مَنصبِ انبیاء

مولانا محمد ادریس انصاری

انبیائے کرام جس طرح ہر عیب، ہر نقص اور ہر قسم کی اخلاقی کمزوریوں سے مبرّا ہوتے ہیں، اسی طرح ہر قسم کے گناہوں اور معصیتوں سے بھی ان کا دامن بے داغ ہوتا ہے۔ شعور و ادراک کے بعد ایمان و یقین کے مسئلہ میں نہ تو نبوت سے پہلے ان کو شک ہوتا ہے اور نہ بعد از نبوت ان کے ایمان و اذعان میں کوئی کمزوری رونما ہوتی ہے۔ اللہ کا یقین، اللہ کی قدرتوں کا یقین اور اللہ کی قدرتوں سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اس بات کا یقین کہ کائنات کی تدبیر اور عالم کی تنظیم اللہ کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ موجودات میں جو کچھ رونما ہوتا ہے، وہ بھی اللہ کی طرف سے ہے اور جو کچھ ظاہر نہیں ہوتا وہ بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ خیر و شر، نفع و نقصان کا سرچشمہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہ جاننا اور اس قسم کے دوسرے مسائل الٰہیات میں فطرت ان کی معلّم ہوتی ہے۔ سعادت مندی کی شعاعیں ان کے قلوب کو جگمگاتی رہتی ہیں۔ ربانی عنایات کی پھواریں ان کے ضمیر کو تازہ رکھتی اور حیات نو بخشتی رہتی ہیں۔ ان کی جبلت میں کمالاتِ نبوت ودیعت ہوتے ہیں۔

سیرت کی پاکیزگی، استقامت، اولوالعزمی، سچائی اور دیانت انبیائے کرام کو تمام انسانوں سے ممتاز کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر کی کتاب زندگی کا ایک ایک ورق اور اس کی زندگی کے پورے ہیل و نہار کو دیکھنے والا کبھی یہ نہیں دیکھے گا کہ پیغمبر کی شخصیت باطل اور اس کی مادّی طاقتوں کے آگے سرنگوں ہو گئی ہو۔ دنیاوی اغراض کے تحت دنیاداروں کو خوش کرنے کے لئے اس نے دین کے اصولوں کو پامال کر دیا ہو۔ یا جلبِ منفعت اور دفع مضرّت کی خاطر فرعونوں، نمرودوں، شدادوں، یا ان کی مانند دولت و اقتدار رکھنے والوں کے خوشامدیوں اور درباریوں میں شامل ہو کر نفقر و قناعت پر کوئی زد آنے دی ہو۔ انبیائے کرام حق و باطل کی معرکہ آرائی اور مادہ اور روح کی لڑائی میں سرکش قوموں اور جابر بادشاہوں کا

سامنا کرتے رہے۔ وہ بڑے بڑے مصائب میں آزمائے گئے مگر اس آزمائش میں ہمت و استقامت کے ان پہاڑوں نے اپنے عزائم سے پیچھے ہٹنا کبھی گوارا نہیں کیا پیغمبروں کے قلوب صافیہ ایک طرف علم و حکمت توکل و قناعت، ہمت و شجاعت کی بے پناہ دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف دین اور اخلاق سیرت و کردار کی لازوال نعمتوں سے بھی بہرہ ور ہوتے ہیں۔

انفرادی خطاب ہو یا اجتماعی اظہار خیال۔ موافقوں میں ہوں یا مخالفوں میں۔ ہر موقع پر سنجیدگی اور متانت کا نہ صرف مظاہرہ کرنا بلکہ مخالفین کی تلخ نوائیوں کے مقابلے میں شرافت حوصلہ مندی اور عالی ظرفی کا ثبوت دینا اور معترضین کے اعتراضات کے جوابات خندہ پیشانی کے ساتھ استدلالی شان اور حکیمانہ انداز میں پیش کرنا انبیائے کرام کا امتیازی نشان ہے۔ اسی طرح معاشرتی امور ہوں یا سماجی بہبود کے کام، تجارت ہو کہ سیاست، تدبیر ملکی ہو یا تنظیم ملّی صلح کی تدبیریں جنگ کے طریقے، فصل خصومات کے ضابطے ہوں یا عدالت و انصاف کے تقاضے، جرائم کی روک تھام ہو یا ان کی دفعات کے نقشے، یہ سب کچھ انبیا لے کر آتے ہیں، اور انسانیت کو ان کی دعوت دیتے ہیں۔ ان کا عطا کردہ آئین امن والا آئین ہوتا ہے۔ آزادی اور مساوات کا ایسا آئین ہوتا ہے جو جانب داری، طرفداری اور غریبوں کی حق تلفیوں سے پاک ہوتا ہے۔ جس کی نگاہ میں آجر و اجیر، مزدور اور کارخانہ دار، رعایا اور راعی مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ پیغمبروں کا دیا ہوا آئین نہ کسی کے حق کو غصب کرتا ہے اور نہ کسی کی محنت اور مزدوری میں کمی کرتا ہے بلکہ رعایا پر ٹیکسوں کا بوجھ لاد کر حکومت چلانے والوں کو شاہانہ زندگی گذارنے کی اجازت دیتا ہے اس کے علاوہ دوسرے امتیازی کمالات بھی ظاہری طور پر نہ ان کو کوئی سکھاتا ہے اور نہ خود وہ کسی معلم اور استاد سے سیکھنے کی زحمت فرماتے ہیں اور ہوتا یہ ہے کہ نبوت کے ساتھ ساتھ یہ کمالات نبوت بھی اللہ کی طرف سے ان کی فطرت و جبلت میں ودیعت کر دیئے جاتے ہیں۔

پیغمبروں کی شخصیت دنیا میں رہنے والوں کے لئے حقیقی رہنما اور مثالی مقتدا بنا کر بھیجی جاتی ہے ان کے ظاہری اجسام اگرچہ بشری ہوتے ہیں مگر باطنی اعتبار سے نورانی الصفات ہوتے ہیں یعنی بشر ہوتے ہوئے صفات ملکی رکھتے ہیں ان کا خمیر خاکی ہوتا ہے اور ضمیر نورانی۔ ان کے قلوب ہر طرح کی آلائشوں سے پاک اور ان کے ضمیر ہر قسم کی عصبیتوں سے منزہ ہوتے ہیں۔ بے شک ان کے ساتھ نفس انسانی ہوتا ہے مگر نفسانیت کا شائبہ بھی اس میں نہیں ہوتا۔

ظاہرش چوبے ولیکن پیش او کون یک لقمہ بکشاید گلو

انبیا گو بظاہر کنبے قبیلے وطن اور لسانی رشتوں میں منسلک ہوتے ہیں مگر حقیقتاً انکی بندھنوں سے آزاد رہتے ہوئے ساری انسانیت کی فلاح و صلاح کے لئے کوشاں رہتے ہیں گو نرم گرم حالات سے وہ دو چار ہوتے ہیں۔ ان کے دوست دشمن بھی ہوتے ہیں وہ کھاتے پیتے ہیں سوتے ہیں جاگتے ہیں نکاح کرتے ہیں بچوں کی پیدائش پر خوش ہوتے اور ان کی موت پر آنسو بہاتے ہیں۔ بیمار ہوتے ہیں۔ صحتیاب ہوتے ہیں مگر ان تغیرات عالم سے متاثر ہونے کے باوجود وہ اپنی زمام اختیار اللہ کے حوالہ کئے راضی برضائے مولیٰ رہتے ہیں۔ ان کی کوئی حرکت کوئی فعل کوئی قول اور کوئی اشارہ ایسا نہیں ہوتا جو اللہ کے دھیان اور تصور سے ہٹا ہوا ہو۔ کیونکہ خالق کی طرف سے مخلوق کے لئے ان کی شخصیتوں کو مثالی مقتدائی و پیشوائی کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ لوگ ان کو آدمی کے قالب میں دیکھ کر ابلیس والی رائے قائم نہ کریں کہ مٹی اور پانی سے مل کر جو کیچڑ تیار ہوئی اس میں زندگی پیدا ہوگئی ورنہ اصل اس کی کیچڑ ہے۔ یہ شیطانی مغالطہ ہے پھر اس کو اس طرح سمجھایا کہ حضرت موسیٰ کی لاٹھی جو اژدہا بننے کے وقت تو ایک سانپ کی صورت میں نظر آتی تھی مگر حقیقت میں یہ اژدہا ایسا تھا کہ اگر چاہتا تو کائنات کو اپنے اندر ہڑپ کر لیتا اس لئے انبیاء کے ظاہری جسم اجسام کو نہ دیکھو بلکہ ان کی نورانیت اور باطنی قوتوں کو دیکھو۔

غرض خدا کے پیغمبر قلب و نظر کی وسعتوں کے ساتھ اللہ کے دیئے ہوئے نصب العین کو بروئے کار لانے اور انسانیت کی منزل گم شدہ کو بحال کرنے کے لئے آتے ہیں، اور ان کا دامن پکڑنے والے اور ان کی مقتدائی اور پیشوائی کو تسلیم کرنے والے اپنی سیاست، طرز حکومت، لین دین، رہن سہن صلح و جنگ، عبادت و ریاضت، غرض کہ تدبیر منزل سے لے کر انتظام ملکی کے تمام قوانین و مسائل میں دوسری کسی قانون ساز شخصیت یا قانون ساز جماعت کے محتاج نہیں رہتے ان کمالات نبوت (عقل و فراست اور دیگر خداداد قابلیتوں کے ساتھ پیغمبروں کو دنیا میں مبعوث فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ انسان بحیثیت انسان جس طرح دین اخلاق اور ریاضت میں انبیائے کرام کی رہنمائی اور ان کی ہدایات کا محتاج ہے اسی طرح تمام شعبہ حیات میں انکی اتباع اور راہنمائی کے تحت ہی وہ اپنا صحیح مقام پا سکتا ہے اور یہی وہ آستانہائے عالی ہیں جنکے اوپر سر رکھ کر پستی بلندی سے بدل جاتی ہے ۔؎

دست ہرنا اہل بیمارت کند
سوئے رحمت آکہ تیمارت کند